WWW.NAFSEISLAM.COM

جلوۂ زیبا

اس وقت کی بات ہے جب کہ سلطنت مغلیہ کا خورشید اقبال ڈوب چکا تھا اور سرحد سے لے کر مدراس کے ساحل تک سارا کشور ہند انگریزی اقتدار کے زیر نگیں تھا۔ لکھنؤ میں ایک انگریز کمشنر بحال کیا گیا۔ چونکہ اس وقت دفتری زبان فارسی تھی اس لئے کمشنر کو فارسی زبان سیکھنے کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی اور اس کے لئے مشہور فارسی داں ملاں سراج الدین کی خدمات حاصل کر لی گئیں۔ ملاجی روزانہ شام کو چار بجے انگریز کمشنر کو ٹیوشن پڑھانے آتے تھے۔ موصوف عصر اور مغرب کی نماز کمشنر صاحب کی کوٹھی ہی پر ادا کرتے تھے۔

کمشنر کی ایک نوجوان لڑکی تھی۔ ہزاروں لالہ رخوں اور زہرہ جمالوں کی کہانیاں اس کی ایک ایک ادا میں سمٹ آئی تھی۔ سرشار آنکھوں سے شراب کے پیمانے چھلکتے، مہتاب کی طرح درخشاں پیشانی ہر وقت موج نور میں غرق رہتی، چلتی تو فتنہ، حشر جگاتی، باتیں کرتی تو پھول جھڑتے، جمال ورعنائی اور حسن و دلکشی کا وہ ایک مجسمہ تھی کہ مغربی تہذیب کے گھرانے میں وہ ہر وقت پردے میں رہتی تھی۔ ایک تو ماں باپ کی اکلوتی بیٹی! اس پر مزاج میں نفاست، طبیعت میں لطافت اور ناز و نعمت کی زندگی سارے خاندان کی راج دلاری بن گئی تھی۔ سیرت خصلت کے اعتبار سے بھی وہ نہایت پاک طینت، نیک سرشت اور شریف الطبع لڑکی تھی۔ شرم و حیا، علم و ہنر، ذہانت و دانائی اور متانت و سنجیدگی میں دور دور اس کا کہیں جواب نہ تھا۔ سارا قبیلہ اس کے حسن اخلاق سے مسخر تھا۔ غیرت فطری ہی کا نتیجہ تھا کہ والدین کے اسرار کے باوجود کبھی وہ گرجا گھر نہیں جاتی تھی۔

سن شعور میں قدم رکھتے ہی اس نے باہر کی درسگاہ سے اپنا سلسلہ تعلیم منقطع کر لیا تھا اور اب گھر پر ہی شریف معلمات کے ذریعہ اس کی تعلیم کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ علوم و فنون کی مختلف شاخوں میں مہارت رکھنے والی معلمات اپنے وقت پر آتی تھیں اور سبق دے کر چلی جاتی تھیں۔ تدریس کا یہ سلسلہ صبح آٹھ بجے سے شام کے چار بجے تک جاری رہتا تھا۔

ملاجی کو آئے ہوئے کئی مہینے گزر چکے تھے۔ کمشنر صاحب فارسی کی ابتدائی کتابیں ختم کر چکے تھے اور اب حضرت سعدی کی گلستان چل رہی تھی۔ کہتے ہیں ملاجی بہت خوش الحان قاری بھی تھے۔ جب مغرب کی نماز میں وہ جہر سے قرآن پڑھتے تو کمشنر صاحب پوری کوٹھی عالم قدس کے نغموں سے گونج اٹھتی تھی۔ ایک دن کمشنر صاحب کی صاحبزادی ٹھیک مغرب کے وقت اس کمرے کے قریب سے گزری جہاں ملاجی نماز پڑھ رہے تھے۔ قرآن کی آواز سن کر اس کے قدم اچانک رک گئے۔ چند ہی لمحے کے بعد دروازے کے قریب آکر کھڑی ہوگئی۔ قرآن کے سحر جلال سے دل کے گھائل ہونے میں ذرا بھی دیر نہ لگی۔ آن واحد میں ایک طیب وطاہر روح تجلیات قرآنی کی بارش میں شرابور ہوگئی۔

زندگی میں پہلی بار اس نغمہ حیات سے اس کے کان آشنا ہوئے تھے۔ ایک نامعلوم کیف سے وہ بے خود ہوگئی۔ عالم اشتیاق میں پھر وہ آگے بڑھی اور پردے کی اوٹ سے ملاجی کو ایک نظر دیکھا۔ نماز کی ہیبت عبادت دیکھ کر وہ حیرت میں ڈوب گئی۔ ہاتھ باندھ کر ساکت ومئودب کھڑا رہنا پھر سرنگوں ہوجانا اور اس کے بعد ماتھا ٹیکنا عجز و نیاز کی یہ ادائیں، اس کی آنکھوں کے لئے اچنبھے سے کم نہیں تھیں۔ اب سے پہلے اس کی آنکھوں نے یہ روح پرور مناظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جب تک ملاجی نماز پڑھتے رہے وہ تصویر حیرت بنی دیکھتی رہی۔ نماز ختم ہوجانے کے بعد جب وہ واپس لوٹی تو جذبات کے سمندر میں ایک تلاطم سا تھا۔

دل از خود اندر سے کسی نامعلوم سمت کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اس دن ساری رات اپنے بستر پر کروٹیں بدلتی رہی۔ آیات قرآنی کا کیف اور نماز کی روحانی کشش ایک لمحے کے لئے بھی اس کے ذہن سے اوجھل نہیں ہو رہی تھی۔ وہ ساری رات یہ سوچتی رہی کہ شیریں نغموں کی سحر طرازی مسلم، لیکن قرآنی نغمہ کا یہ اثر جس نے دل کے کشور کو تہ و بالا کر دیا ہے اسے صرف خوش الحان آواز کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یقیناً اس کے پیچھے کوئی ایسی حقیقت بول رہی ہے جس کا رشتہ روح انسانی کے ساتھ منسلک ہے۔ پھر اگر ناز نشست و برخاست ہی کا نام ہے تو پھر میرے دل کو کیا ہو گیا ہے؟ قیام وقعود کے سوا انسانوں کی زندگی میں کیا ہے۔ پھر دنیا میں کتنے دل ہیں جو کسی کی نشست و برخاست پر عاشق ہوئے ہیں۔ اگر واقعتاً نماز کی یہی حقیقت ہے تو دل دیوانہ کی لغزش میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

پھر سوچتی ہے کہ اتنی آسانی سے دل کی تقصیر کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہو نہ ہو یہ نماز بھی اس عالم کی چیز ہے جہاں انسانی روح کا مزاج ڈھلتا ہے اور جہاں سے معنوی حیات کے چشموں کا دھارا پھوٹتا ہے۔

سوچتے سوچتے سحر ہوگئی لیکن روحانی اضطراب کی آگ ویسے ہی سلگتی رہی۔ اپنا حال خود اپنی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ صبح ہوئی دن نکلا۔ لیکن آج کتابوں میں جی نہیں لگ رہا تھا۔ سارا دن شام کے انتظار میں کٹا۔

حسب معمول عصر کے وقت ملاجی ٹیوشن پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ جوں ہی ان کے قدموں کی آہٹ ملی فرط شوق سے صاحبزادی کا دل اچھلنے لگا۔ بڑی مشکل سے سورج ڈوبا اور ملاجی مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔

شہزادی قبل از وقت ہی پس پردہ کان لگائے کھڑی تھی۔ قرآن کی آواز کان میں پڑتے ہی دل کا حال بدلنے لگا۔ روح نغمہ جاوید کے کیف میں ڈوب گئی۔ آج دل ہی متاثر نہیں تھا بلکہ آنکھیں بھی اشکبار تھیں۔ کئی بار رومال سے بہتے ہوئے آنسوں خشک کئے لیکن چشمہ سیال کی طرح اس وقت تک سیلاب امنڈتا رہا جب تک ملاجی نے نماز ختم نہیں کر لی۔

اسی عالم کرب میں کئی مہینے گزر گئے۔ دل کے شور محشر سے کوئی واقف نہ تھا۔ ہر روز مغرب کی نماز کے وقت پردہ سے لگا ہوا جذبات کے تلاطم کا جو طوفان امنڈتا تھا خود ملاجی کو بھی اس کی خبر نہیں تھی۔ اب کئی مہینے کے عرصے میں مسیحی گھرانے کی دوشیزہ نامعلوم طور پر اسلام سے بہت قریب ہوگئی تھی۔ نماز و قرآن کے عشق نے اب اسے اس راستے پر لاکر کھڑا کر دیا تھا جو کسی بھی وارفتہ حال مسافر کو ذرا سی میں مدینے تک پہنچا دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں دل اس رسول اکرم ﷺ کی غائبانہ عقیدت سے سرشار ہوتا جا رہا ہے جس نے دنیا کو قرآن اور نماز جیسی نعمت لازوال سے بہرہ اندوز کیا۔

اکثر رات کی تنہائی میں سوچا کرتی تھی کہ جس رسول کے لائے ہوئے پیغام میں یہ کشش ہے خود رسول میں کتنی کشش ہوگی۔ بلا وجہ عرب کے صحرا نشین اس پر شیفتہ نہیں تھے۔ اس کی زیبائی کا یہی جلوہ کیا کم ہے کہ آج اس کے نادیدہ عشاق سے ساری دنیا بھر گئی ہے۔ یقیناً محمد عربی ﷺ عظمت و راستی کی ایک سراپا حقیقت کا دوسرا نام ہے۔

ناز کی پلی ہوئی لاڈلی بیٹی روزانہ صبح کو نئے کپڑے زیب تن کر کے باپ کو آداب کیا کرتی تھی۔ باپ کے دل کی شادابی اور روح کی آسودگی کا یہ سب سے بڑا ذریعہ تھا۔ آج وہ بڑی سج دھج سے آداب کرنے آئی تھی۔ آداب سے فارغ ہو کر مچلتے ہوئے ناز میں کہا۔

"فادر ایک درخواست پیش کروں؟ قبول فرمائیے گا۔"

بیٹی کے ان الفاظ پر باپ کی روح جھوم اٹھی۔ شفقت پدری کا جذبہ پھوٹ پڑا۔ فرط محبت میں بے قابو ہو کر جواب دیا۔

"میری لخت جگر! ساری زندگی یہ آرزو رہ گئی کہ دوسرے بچوں کی طرح تم بھی کچھ فرمائش کرو اور میں اسے پوری کر کے تمہاری مسرتوں کا تماشہ دیکھوں۔ لیکن نہ جانے تمہاری افتاد طبع کیسی واقع ہوئی ہے کہ یہ آرزو تشنہ ہی رہی۔ اب جبکہ زندگی میں پہلی بار اپنے ارمان کے اظہار کے لئے تمہاری زبان کھلی ہے تو کیا اب یہ بھی پوچھنے کی ضرورت ہے کہ میں اسے قبول کروں گا یا نہیں؟ تمہارے علاوہ کون میری زندگی کی امیدوں کا مرکز ہے جس کے لئے کوئی بات اٹھا رکھوں گا۔"

بیٹی نے نگاہ نیچی کئے، رکتے جھجکتے ہوئے بڑی مشکل سے اتنے الفاظ ادا کئے مجھے اجازت دیجئے کہ ملاجی سے میں فارسی کی تعلیم حاصل کروں۔"

باپ نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا اور بیٹی کو تھپکاتے ہوئے کہا۔

"اتنی ذرا سی بات کے لئے تم نے اتنی زبردست تمہید باندھی، میرا تو گمان تھا کہ تم کوئی بہت اہم فرمائش کرنے والی ہو۔ تمہیں اجازت ہی نہیں بلکہ تحسین و آفرین بھی ہے کہ تمہارے اندر حصول علم کا شوق جاگ اٹھا ہے۔"

دوسرے دن ملاجی بعد نماز مغرب صاحبزادی کو بھی فارسی کی تعلیم دینے لگے۔ محنت و ذہانت نے تھوڑے ہی عرصے میں فارسی زبان سے اچھی طرح روشناس کر دیا۔ دوران تعلیم ہی میں ایک دن صاحبزادی نے ملاجی سے کہا۔

"اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو پیغمبر اسلام کی سیرت پر مسلمان مصنفین کی چند کتابیں میرے لئے فراہم کر دیجئے۔"

ملاجی کو اس عجیب و غریب فرمائش پر حیرت تو ضرور ہوئی لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکے۔

دوسرے دن چند مستند اور مفید کتابیں لا کر حوالے کر گئے۔

نماز و قرآن والے پیغمبر کی زندگی سے واقف ہونے کا موقع حاصل کر کے صاحبزادی کی مسرتوں کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ جذبہ شوق کے عالم میں کتاب کا پہلا ورق کھولا اور کائنات کی سب سے معظم ترین ہستی کا مطالعہ شروع کیا۔

ورق ورق پر فضل و رحمت، جلال و جمال، عظمت و زیبائی، طہارت و تقدس، صبر و تحمل، جود و کرم، زہد و عبادت، فقر و ایثار، علم و حکمت، اعجاز و توانائی، قدرت و اختیار قرب الٰہی کی جلوہ آرائی اور آسمان شوکت و اقتدار کے مناظر دیکھ کر دل کی دنیا جگمگا اٹھی، فرط شوق میں پلکوں پہ موتی کے قطرے جھلملانے لگے۔ لالہ کی پنکھڑی جیسے ہونٹ حرکت میں آئے اور ایک ننھی سی آواز فضا میں گونجی۔

"محمد کے خداوندا! تو گواہ رہنا کہ مسیحی مذہب سے نکل کر تجھ اور تیرے آخری رسول ﷺ پر ایمان لاتی ہوں۔ اے قادر و توانا معبود! تیرے محبوب پیغمبر کا واسطہ، میری آنے والی زندگی کو کفر کی یلغار سے محفوظ رکھنا۔"

دل میں عشق محمدی کا چراغ جل چکا تھا۔ اب ایمان بالغیب کی ایک نئی دنیا نظر کے سامنے تھی۔ حیات سرور کونین ﷺ کی 63 سالہ تاریخ ذہن میں گھوم رہی تھی، سرکار کا جسم، ان کا نورانی پیکر، دلربا چہرہ، سرگیں آنکھیں، عطر بار ساتی عنبریں زلفیں، موجہ نور میں لہراتا ہوا عارض تاباں جمال سراپا کا ایک نقش و نگار تصورات کی دنیا پر چھایا ہوا تھا۔ پچھلے پہر جونہی آنکھ لگی، قسمت بیدار نے آواز دی، رحمت نور اور محبت و دل کشی کی جو دنیا تصور میں گھوم رہی تھی اب وہ نظر کے سامنے تھی۔ کوٹھی کے قریب یہ ایک مسجد تھی، جیسے ہی موذن نے اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمد رسول اللہ کا کلمہ فضا

میں نشر کیا، آنکھ کھل گئی۔

کلمہء اسلام سن کر دل بے تاب ہوگیا، ایمان کی امنگیں جاگ اٹھیں۔ آج چہرہ بشاشت سے کھلا جا رہا تھا۔ کونین کی ارجمندی بال بال سے پھوٹ رہی تھی۔ ایک لالہ رخ حسینہ کا اپنا ہی جمال کیا کم تھا کہ وہ چشمہ نور میں غوطہ لگا کر آگئی تھی۔ اب تو گل کدہء فردوش کی حور معلوم ہو رہی تھی۔ فرط بندگی سے چہرے پر نظر جمانا مشکل تھا۔

حسن و دل کشی کی یہ نمایاں تجلی دیکھ کر ماں باپ کو بھی حیرت ضرور تھی لیکن وہ اسے حضرت مریم کی عقیدت کا فیضان سمجھ رہے تھے۔ اس دن کافی انتظار کی زحمت اٹھانے کے بعد ملاجی تشریف لائے۔ نماز مغرب سے فراغت کے بعد صاحبزادی پڑھنے کے لئے حاضر ہوئی۔ جونہی چہرے پر نظر پڑی ملاجی کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

صاحبزادی نے کہا، حیرت نہ کیجئے مجھے کلمہ پڑھا کر میرے اسلام پر گواہ بن جائیے اور دیکھئے میں نے اپنا نام فاطمہ رکھ لیا ہے آئندہ مجھے اسی نام سے یاد کیجئے گا۔ ملاجی کمزور دل آدمی تھے۔ بڑھاپے میں کمشنر صاحب کو پڑھانے کا جو موقع مل گیا تھا اسے وہ بہت غنیمت سمجھتے تھے۔ پھر صاحبزادی کے حالات سے بھی بے خبر تھے۔ لرزتے ہوئے صاحبزادی کو جواب دیا۔

"دل کا مسلمان ہو جانا خدا کے تئیں نجات کے لئے کافی ہے صاحبزادی! نہ ابھی اپنے اسلام کا آپ اعلان کریں۔ جب بھی فلاح واخروی کا استحقاق کہیں نہ جائے گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں آپ کو کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل کرلوں اور اس کی اطلاع کمشنر صاحب کو ہوگئی تو ہم پر بھی وبال آئے گا اور آپ کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

صاحبزادی ملاجی کی کمزوریوں سے واقف تھی۔ یہ جواب سن کر خاموش ہوگئی۔

فارسی کی تعلیم ختم ہو جانے کے بعد فاطمہ نے قرآن مجید کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ ملاجی کی آمد و رفت کا سلسلہ وہ منقطع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے توقع تھی کہ مستقبل کی کوئی ضرورت بھی ان سے متعلق ہو سکتی ہے۔ اب فاطمہ گھر والوں کی نظروں سے چھپ چھپا کر نماز پڑھنے لگی تھی۔ صبح کے وقت قرآن کی تلاوت بھی کیا کرتی تھی۔ چونکہ اس کے کمرے میں ابتداء ہی سے کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی اس لئے اس کی زندگی کا اکثر حصہ صیغہء راز میں تھا۔ دل کے خاموش انقلاب کی گو والدین کو خبر نہیں تھی لیکن باطن کی تطہیر اور روحانی تقدیس کا اثر نامعلوم طور پر اس کے گرد و پیش میں نمایاں تھا۔ خاندان کے دلوں میں صرف اس کی محبت وشفقت ہی کا نہیں تو قیر واحترام کا جذبہ بھی پیدا ہو گیا تھا۔ اس کی شخصیت کا اثر بغیر کسی ظاہری سبب کے لوگوں کے تحت الشعور پر چھاتا جا رہا تھا۔ وہ رات کی تنہائی میں اپنی خواب گوا ہ کے اندر کیا کرتی تھی، اس کی خبر کسی کو بھی نا تھی۔ لیکن ملاجی کے ذریعے صرف اتنا معلوم ہو سکا تھا کہ وہ اپنی زندگی کو سرور کونین ﷺ کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کا بہت زیادہ اہتمام کرتی تھی۔

سب کے سو جانے کے بعد اپنا کمرہ بند کر کے عشاء کی نماز پڑھتی اس کے بعد سو جاتی، پھر تہجد کے لئے اٹھتی اور تادم سحر گریہ ومناجات، تسبیح وتحلیل اور درود وسلام میں مشغول رہتی۔ اس کے دل کا آئینہ اتنا شفاف ہوگیا تھا کہ عالم الغیب کے انوار واسرار کا وہ کھلی آنکھوں سے تماشا دیکھا کرتی تھی۔ اب آہستہ آہستہ اس کی زندگی کا رشتہ دوسرے مشاغل سے ٹوٹتا جا رہا تھا۔ گھنٹوں وہ کھوئی کھوئی سی رہنے لگی۔ اس کی روح کی لطافت اتنی بڑھ گئی تھی کہ کئی کئی دن بغیر کسی ضعف ونقاہت کے وہ روزے میں گزار دیتی تھی۔

ایک دن ملاجی جب شام کے وقت پڑھانے آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ صاحبزادی آج کچھ علیل ہیں اس لئے وہ نہیں پڑھیں گی۔ جوں ہی واپس جانا چاہتے تھے کہ آیا نے اطلاع دی صاحبزادی اپنے حجرہء خاص میں آپ کو بلا رہی ہیں۔ ملاجی ہمت کر کے کمرے میں داخل ہوئے، دیکھا تو فاطمہ بستر پر دراز تھی، قدم کی آہٹ پاتے اٹھ کے بیٹھ گئی اور نہایت سرگوشی کے ساتھ ملاجی سے کہا۔

آپ کے احسانات سے میری گردن ہمیشہ بوجھل رہے گی کہ آپ کی وجہ سے مجھے ایمان نصیب ہوا اور حبیب ﷺ کی دولت عشق سے میری زندگی کیف وسرور کے ایک نئے عالم میں داخل ہوئی۔ اب میں روحانی قرب کی منزل میں ہوں جہاں ایک لمحہ کے لئے بھی میرے سرکار آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتے۔

آثار وقرائن شہادت دے رہے ہیں کہ اب میں حیات کے آخری لمحے سے گزر رہی ہوں۔ عالم قدس کا پیامی جلد ہی آنے والا ہے۔ میں بھی اس کی منتظر آنکھوں سے راہ دیکھ رہی ہوں۔ رخت سفر باندھ کر میں نے اپنی تیاری مکمل کر لی ہے۔ اپنے انجام کی فیروز بختی پر دل اتنا مطمئن ہے کہ مسکراتے ہوئے پیک اجل کا خیر مقدم کروں گی۔ صرف ایک آرزو ہے جس کے لئے میں نے آپ کو اس وقت زحمت دی ہے۔ اگر بعد مرگ میری وصیت پوری کرنے کا اگر یقین دلائیں تو عرض کروں۔ اتنا کہتے کہتے اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ ملاجی بھی اپنے تئیں سنبھال نہ سکے اور وہ بھی اشک بار ہو گئے۔ بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"خدا آپ کی زندگی کا اقبال بڑھائے۔ آپ کی عمر کی برکتوں کو دراز کرے۔ نصیب دشمناں مرگ ناگہاں کی خبر سننے کے لئے ہم ہرگز تیار نہیں ہیں۔ لیکن علم الٰہی میں اگر یہی مقدر ہو چکا ہے تو کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ آپ اپنی آرزو کا برملا اظہار فرمائیے میں اس کی تعمیل کا آپ کو یقین دلاتا ہوں۔"

صاحبزادی نے رازدارانہ لب ولہجہ میں کہا۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے قبول اسلام کی خبر گھر والوں کے علم میں نہیں ہے۔ وہ تا ہنوز مجھے اپنے آبائی مذہب کا پیرو سمجھ رہے ہیں۔ گو میں نے آج تک گرجا میں قدم نہیں رکھا ہے لیکن وہ اسے میری غیرت حیا پر محمول کرتے ہیں۔ اس سے مجھے یقین ہے کہ وہ بعد مرگ میری تجہیز و تکفین مسیحی مذہب کے مطابق کریں گے اور مسیحی میں میرا مدفن بنائیں گے۔

"میں نہیں چاہتی کہ اپنا اسلام ظاہر کر کے میں آپ کو اور یہاں کے دوسرے مسلمانوں کو آفات کا نشانہ بناؤں۔ اس لئے میرے مودبانہ گذارش ہے کہ بعد مرگ جب وہ مجھے عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کردیں تو رات کے کسی حصے میں میرا تابوت نکال کر اسلامی طریقے کے مطابق مجھے کسی مسلمان قبرستان میں دفن کردیں تاکہ اہل ایمان کے جوار میں رہ کر میری روح کو دائمی سکون حاصل ہو۔"

ملاجی نے برستی ہوئی آنکھوں سے وصیت کی تعمیل کا یقین دلایا۔ فاطمہ نے آخری سلام کرتے ہوئے کہا کہ اب قیامت ہی کے دن فاتح محشر کے لواء الحمد کے نیچے ہماری آپ کی ملاقات ہوگی۔ یہ کہتے ہوئے ملاجی کو رخصت کیا۔

صبح کے وقت سارے شہر میں کہرام مچا ہوا تھا کہ کمشنر صاحب کی لاڈلی بیٹی کی وفات کی خبر بجلی کی طرح ہر طرف پھیل گئی تھی۔ اقارب و احباب اور غم گساروں کے ہجوم سے کوٹھی میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہیں رہی تھی۔ اس اچانک حادثہ سے سارے خاندان پر غم کے بادل چھا گئے تھے۔ ماں باپ کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ شدت الم سے وہ پاگل ہو گئے تھے۔ اکلوتی بیٹی کی مرگ ناگہاں ان کے لئے قیامت سے کم نہیں تھی۔ ماتم و فغاں کے شور میں دوپہر کے وقت جنازہ اٹھا۔ عیسائی مذہب کے رسوم کے مطابق لاش ایک تابوت میں بند کردی گئی۔ جنازہ کے ساتھ ساتھ ملاجی بادیدۂ پرنم چل رہے تھے۔ عیسائی قبرستان میں پہنچ کر تابوت کو ایک پختہ قبر میں اتار اگیا اور اوپر سے سنگ مرمر کی سل رکھ کر قبر کا کھلا ہوا حصہ بند کردیا گیا۔ دفن کی آخری رسم ادا ہو جانے کے بعد لوگ قبرستان سے واپس لوٹ گئے۔ ملاجی اپنے ذہن میں قبر کا نشان اچھی طرح محفوظ کر کے سب کے بعد واپس ہوئے۔ سیدھے کمشنر صاحب کی کوٹھی پر پہنچے اور ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ کلمۂ تعزیت کہہ کر گھر واپس چلے آئے۔

آج نہیں پوری رازداری کے ساتھ ایک اہم فرض انجام دینا تھا۔ اقدام اتنا سنگین تھا کہ ہر قدم پر خطرات کے اندیشے راہ میں حائل تھے۔ رات کی تنہائی میں لوگوں کی نظر سے بچ کر عیسائی قبرستان سے کسی لاش کو منتقل کرنا اتنا آسان کام نہیں تھا۔ حالات کی نزاکت سوچ کر ملاجی کانپ اٹھے۔ لیکن ایک مرنے والی سے کئے ہوئے وعدے کی تکمیل بھی ضروری تھی۔ اسلام کا رشتہ اخلاص بھی اس امر کا مقتضی تھا کہ جیسے بھی ہو اس فرض کو انجام دیا جائے۔

ملاجی کا ضمیر اندر سے جاگ اٹھا تھا۔ آخر بسم اللہ پڑھ کر انہوں نے اس مہم کا آغاز کر ہی دیا۔ اپنے چند قابل اعتماد دوستوں کو گھر لے گئے اور شروع سے آخر تک ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ واقعہ سن کر لوگوں کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ انہوں نے کف افسوس ملتے ہوئے ملاجی سے کہا ....

صد حیف کہ اسی شہر میں اسلام کی فتح و صداقت کا اتنا عظیم الشان واقعہ رونما ہوا اور آپ نے کانوں کان کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ خیر جو ہونا تھا وہ ہو گیا، اب جس طرح بھی ہو آج ہی شب وعدے کی تکمیل ضروری ہے۔

ٹھیک اس وقت جب کہ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ ہر طرف خاموشی کا سناٹا طاری تھا۔ ملاجی کے علاوہ چار آدمی عیسائیوں کے قبرستان میں داخل ہوئے۔ یہ اقدام انتہائی خطرناک تھا۔ لیکن اسلامی ہمدردی کے جوش میں خطرے کا قطعاً کوئی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ ملاجی کی راہنمائی میں چار آدمی قبر تک پہنچے۔ سنگ مرمر کی سل ہٹائی اور قبر میں اتر کر تابوت کو باہر نکالا۔

جوں ہی لاش نکالنے کے لئے تابوت کا تختہ کھولا، ملاجی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ لوگ حیرت سے اس کا منہ تکنے لگے۔ بڑی مشکل سے حواس پر قابو پانے کے بعد لوگوں کو بتایا کہ لاش بدل گئی ہے۔ ہم لوگوں نے غلطی سے دوسری قبر کا تابوت نکال لیا ہے۔ یہ لاش کسی اور کی ہے۔ لیکن ملاجی نے پھر غور سے دیکھا تو قبر کا نشان وہی تھا جسے دن کے وقت دیکھ گئے تھے۔ قبر کا نیا پن بھی بتا رہا تھا کہ یہ بالکل تازہ قبر ہے۔ اب یہ گتھی کسی سے نہیں سلجھ رہی تھی کہ کمشنر صاحب کی بیٹی کے تابوت میں دوسرے کی لاش کیسے آگئی اور خود اسکی لاش کہاں چلی گئی۔

صورت حال کی تفتیش کے لئے چاروں آدمی لاش کی طرف بڑھے اور جھک کر دیکھ ہی رہے تھے کہ ان میں سے ایک شخص بیساختہ چیخ پڑا.......

یہ لاش تو بارہ بنکی کے مرزاجی کی ہے میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔

اس واقعہ سے ان لوگوں پر دل ہلا دینے والی عجیب قسم کی ہیبت طاری ہو گئی۔ دہشت سے کانپنے لگے اور فوراً ہی تابوت کا منہ بند کر کے اسے قبر میں اتارا اور اوپر سے سنگ مرمر کی سل رکھ کر تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئے۔ گھر پہنچ کر دیر تک سب پر سکتہ طاری رہا۔ کئی گھنٹے کے بعد جب حواس بجا ہوئے تو ملاجی نے کہا کہ عالم برزخ کے یہ تصرفات ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ مشیت الٰہی کے راز کو سمجھنا اپنے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن اتنی بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ جب کمشنر صاحب کی بیٹی کی قبر میں بارہ بنکی کے مرزاجی کی لاش ہے تو یقیناً مرزاجی کی قبر میں کمشنر صاحب کی بیٹی کی لاش ہوگی۔

لوگوں نے کہا ...." یہ بات قرین قیاس ضرور ہے لیکن بہتر ہوتا کہ حقیقت کا سراغ لگانے کے لئے ہم بارہ بنکی چلے چلیں اور مرزاجی کی قبر کھود کر دیکھ لیں۔"

یہ بات طے کر کے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔ بستر پر پہنچنے کے بعد ہر شخص کے ذہن میں یہی عجیب و غریب واقعہ گھوم رہا تھا۔

دوسرے دن ملاجی اپنے چاروں ساتھیوں کے ہمراہ بارہ بنکی پہنچ گئے۔ سیدھے مرزاجی کی کوٹھی کا رخ کیا۔ دروازے پر آدمیوں کا ہجوم لگا ہوا تھا۔ دریافت کرنے پر پتا چلا کہ پرسوں مرزاجی کا انتقال ہوگیا ہے آج ان کا تیجا ہے۔ اظہار افسوس اور رسم تعزیت ادا کرنے کے بعد یہ لوگ بھی ایصال ثواب کی مجلس میں شریک ہوگئے۔ فارغ ہونے کے بعد خواہش ظاہر کی کہ ہمیں قبر تک پہنچا دیا جائے تا کہ ان کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر کم از کم حق دوستی تو ادا کردیں۔

ایک شخص کی رہنمائی میں قبرستان پہنچ کر فاتحہ پڑھی اور قبر کا نشان اچھی طرح ذہن میں محفوظ کر کے اپنی قیام گاہ پر واپس لوٹ آئے۔ سارا دن مرزاجی کے حالات معلوم کرتے رہے۔ پتا چلا کہ اس علاقے کے وہ ایک چھوٹے موٹے نواب تھے۔ انگریزی تہذیب کے دلدادہ اور انگریزوں کے غایت درجہ بہی خواہ تھے۔ شام وسحر کی زندگی عیش وعشرت میں ڈوبی رہتی تھی۔ گھر کا سارا ماحول انگریزی تمدن میں غرق تھا۔

شام کے وقت کھانے سے فارغ ہو کر اس وقت کا انتظار کرنے لگے جب کہ سارے شہر پر نیند کا سناٹا طاری ہوجائے۔ خدا خدا کر کے جب آدھی سے زیادہ رات ڈھل گئی تو پانچوں آدمی اٹھے اور دبے پاؤں قبرستان کی طرف چل پڑے۔ خطرناک اقدام کی دہشت سے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ لیکن حقیقت حال کی جستجو کے جنون میں آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ قبرستان میں داخل ہوگئے۔ اپنے حافظے کی راہنمائی میں آسانی سے مرزاجی کی قبر تک پہنچ گئے۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے قبر کی مٹی ہٹانی شروع کی۔ کافی دیر کے بعد تختہ نظر آیا۔ اب ہمت کر کے دو شخص قبر میں اترے اور ایک ایک کر کے تختہ ہٹایا۔ اب سفید رنگ کا کفن سامنے نظر آرہا تھا۔ کافی جدوجہد کے بعد بھی کفن کھولنے کی ہمت جواب دے چکی تھی۔ ہر شخص اپنی جگہ سہا جا رہا تھا کہ معلوم نہیں کفن کا منہ کھولنے کے بعد کیا نقشہ نظر آئے۔ کافی جرات سے کام لے کر ایک شخص نے پائتی کے تختے پر کھڑے ہو کر چہرے سے کفن کا نقاب الٹ دیا۔ جونہی چہرے پر نظر پڑی دہشت سے لوگوں کا خون سوکھ گیا۔ مرزاجی کی لاش کے بجائے قبر میں ایک عرب کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ڈیل ڈول اور چہرے بشرے سے وہ عرب ہی معلوم ہورہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ حیرت میں ڈوب گئے۔ جلد جلد کفن کو درست کیا۔ تختے لگائے اور مٹی برابر کر کے قبرستان سے باہر نکل آئے، مرے ہیبت کے سانس پھول رہی تھی۔ قیام گاہ پر پہنچ کر ایک ہولناک سکتے کی کیفیت سب پر طاری تھی۔ قدرت کا یہ عجیب و غریب تماشہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر کمشنر کی لڑکی کی لاش کہاں غائب ہوگئی۔

نیند کچھ زیادہ گہری نہیں تھی صرف پلک جھپکتی تھی کہ ملاجی نے ایک نہایت حسین و دلکش خواب دیکھا۔ وہی کمشنر کی بیٹی فاطمہ حوران خلد کے جھرمٹ میں سامنے کھڑی مسکرا رہی ہے۔ قریب آکر اس نے سلام کیا۔ عالم برزخ کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے اس نے کہا...... میری روح جب عالم بالا کی طرف لائی گئی تو رحمت الٰہی نے میری توقیر واعزاز کا اہتمام فرمایا۔ حوران خلد نے مجھے چشمہ نور میں غوطہ دیا میں نکھر گئی۔ میرے حسن کی چاندنی جنت کے میدانوں میں ہر طرف بکھر گئی۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ عالم برزخ میں ہر طرف شوکت محمدی کے جھنڈے گڑے ہوئے ہیں۔ سارے انبیاء مرسلین ان کے دربار کے نیازمند حاضر باش ہیں۔

جب میری روح ان کی بارگاہ میں لائی گئی تو تجلیات کی تیز بارش سے آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ ان کی ناز برداررحمتوں نے میری ہستی کا فروغ بڑھا دیا۔ حکم ہوا کہ میری لاش طیبہ کی سرزمین پر منتقل کردی جائے۔ جس دن میری لاش عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کی گئی تھی اسی دن تین لاشیں اپنی اپنی قبروں سے منتقل کی گئیں۔

مدینے میں ایک عرب سوداگر جسے ہندوستان بے حد پسند تھا، عرصہ قدیم سے اس کی آرزو تھی کہ وہ یہاں بودوباش اختیار کرے۔ جب مرگیا اور لوگوں نے اس کی لاش کو جنت البقیع میں دفن کیا تو عالم برزخ کے کارپردازوں کو حکم ہوا کہ مدینے میں رہ کر ہندوستان میں سکونت اختیار کرنے کی آرزو رکھتا تھا۔ مدینے کی سرزمین اس کی نگاہ میں عزیز نہیں تھی اس لئے اس کی لاش ہندوستان منتقل کردیا جائے۔ اسے یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ دوسری لاش بارہ بنکی کے مرزاجی کی تھی۔ عیسائیوں کے ساتھ غایت درجہ الف کی وجہ سے وہ زندگی بھر انگلستان جانے کی تمنا میں مرتے رہے۔ بھول کر بھی انہیں دیار عرب کا خیال نہیں آیا۔ جب ان کی لاش دفن کی گئی تو حکم ہوا اسلام سے بیگانہ ہو کر اس نے جس عیسائی قوم کے ساتھ زندگی کے دن گزارے ہیں اسے اسی قوم کے قبرستان میں منتقل کردیا جائے۔ اموات مسلمین کے ساتھ اسے ہرگز نہیں رکھا جاسکتا۔ اپنا سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے فاطمہ نے خواب ہی میں کہا کہ فرمان غیب کے مطابق مدینہ کے احاطہ انور سے عرب کی لاش بارہ بنکی کے قبرستان میں منتقل میں منتقل کی گئی اور اس کی خالی شدہ قبر میں لکھنؤ سے میری لاش پہنچا دی گئی اور مرزاجی کی لاش کو عیسائیوں کے قبرستان میں میری جگہ پر منتقل کردیا گیا۔

فاطمہ نے کہا کہ عالم برزخ کے ان واقعات پر حیرت کی وجہ نہیں۔ موت کے بعد انسان کے اعتقاد اور عمل کا اثر کی برزخی زندگی پر یقیناً پڑتا ہے۔ یہاں پر ہر آن اس طرح کے مناظر نگاہوں سے گزر رہے ہیں۔ میں واضح طور پر محسوس کر رہی ہوں کہ اس عالم میں کسی عمل کو بھی اعزاز حاصل نہیں ہے جو عشق رسول کو ہے۔ میری روحانی آسائش وتکریم کی ساری ارجمندی عشق رسول ہی کا صدقہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ رحمت وکرم کی تسخیر کے لئے اس سے زیادہ زود اثر نسخہ بنی نوع انسان کو اب تک میسر نہیں آسکا ہے۔ کاش خاکدان گیتی کے رہنے والے اس راز کو سمجھ سکتے۔ اتنا کہنے کے بعد فاطمہ کی روح نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ ملاجی کی جب آنکھ کھلی تو ان پر ایک رقت انگیز کیفیت طاری تھی۔ بار بار وہ سینہ پیٹتے تھے کہ ہائے میں نے فاطمہ کی قدر نہیں

پہچانی۔

اس خواب نے غفلت کا سارا خمار اتار دیا۔ جس نے سنا دم بخود ہو کے رہ گیا۔ برزخ کے حالات پر لوگوں کا یقین تازہ ہو گیا۔ قبر کے بھیانک انجام سے لوگ ڈرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ ان پانچوں آدمیوں پر چشم دید واقعات کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ ان سب کی زندگی اچانک بدل گئی۔ وہ ترک دنیا کر کے یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔